بہنوں کا اپنا ماہنامہ
شعاع
اکتوبر 2019

بہنوں کا اپنا ماہنامہ

شعاع

بانی و مدیرِ اعلیٰ	محمود ریاض
مدیرہ	رضیہ جمیل
مدیرِ منتظم	آذر ریاض
مدیرِ اعزازی	امت الصبور
فلم ٹیلی وژن	شاہین رشید
اشتہارات	خالدہ جیلانی
قانونی مشیر	نورالدین سرکی اینڈ کمپنی ایڈوکیٹس اینڈ لیگل کونسلرز

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ شعاع

37 - اردو بازار کراچی

اکتوبر 2019

جلد 34 شمارہ 2

قیمت 70 روپے

زرِ سالانہ بذریعہ رجسٹری

پاکستان (سالانہ) .... -/700 روپے

ایشیا، افریقہ، یورپ ...... -/6000 روپے

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا - -/7000 روپے

سالانہ خریداری کے لیے ای میل کریں

subscriptions@khawateendigest.com

پہلی شعاع	رضیہ جمیل	8
حمد	ریحانہ چوہدری	9
نعت	مسعود صدیقی	9
نبیؐ کی باتیں	ادارہ	10

انٹرویو

بندھن	نبیلہ ابرراجہ	18
دستک	شاہین رشید	15
جب تجھ سے ناتا	مسز س۔ص	24

ناول

شہر تمنا	نعیمہ ناز	36
شام کی حویلی میں	رخسانہ نگار عدنان	184

مکمل ناول

ایک دیا رہنے دیا	نگہت سیما	98
اسیرِ حب	فرح بھٹو	132

ناولٹ

چولہا، تم اور میں	امت العزیز شہزاد	70
بے مروّت	قانتہ رابعہ	168
وہ نازنین	فرح بخاری	206

افسانے

دوست چڑیا	صدف آصف	56
یار دل دار	افشین نعیم	164
حسن آرا	سمیرا گل	63
چڑیاں چگ گئیں	زارا ہنجرا	94
راجا کی بیٹی	سعدیہ رئیس	125

نظمیں غزلیں

غزل	حبیب جالب	230
غزل	قابل اجمیری	230
نظم	گل زار	231
غزل	اتیاف ابرک	231

انتباہ: ماہنامہ شعاع ڈائجسٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں، پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس رسالے کی کسی بھی کہانی، ناول، یا سلسلہ کو کسی بھی انداز سے نہ تو شائع کیا جاسکتا ہے، نہ کسی بھی ٹی وی چینل پر ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلہ وار قسط کے طور پر یا کسی بھی شکل میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قانونی کارروائی عمل میں لائی جاسکتی ہے۔

MEMBER
APNS
CPNE

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز

مستقل سلسلے

خط آپ کے	رضیہ جمیل	29	تاریخ کے جھروکے	امت الصبور	247
مسکراہٹیں	ادارہ	232	آئینہ خانے میں	واصفہ سہیل	238
بالوں سے خوشبو آئے	شگفتہ جاہ	234	موسم کے پکوان	خالدہ جیلانی	255
کھلتا کسی پہ	خالدہ جیلانی	237	خوبصورت بنئے	ادارہ	257

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ شعاع، 37 - اردو بازار، کراچی۔

رضیہ جمیل نے ابن حسن پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا - [redacted]

Phone: 32721777, 32726617, 021-32022494 Fax: 0092-21-32766872
Email: shuaa@khawateendigest.com website: www.khawateendigest.com

بیرون ممالک مقیم اُردو صارفین ہر ماہ اپنے پسندیدہ ڈائجسٹ بذریعہ ای میل پی ڈی ایف فارمیٹ میں حاصلکریں

تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل ای میل پر رابطہ کریں۔

urdusoftbooks@gmail.com

urdusoftbooks.com

یہ سروس بذریعہ پے پال مناسب قیمت پر دستیاب ہو گی

بذریعہ ای میل رابطہ کرنے کے لیے یہاں کلک کریں

رضیہ جمیل

پہلی شعاع

شعاع اکتوبر کا شمارہ لیے حاضر ہیں۔

وطن عزیز پر جانے کیسی افتاد ہے کہ پریشانیوں کا سلسلہ تھمنے میں نہیں آتا۔ بے چینی اور بے اطمینانی جیسے یہاں کے باسیوں کا مقدر بن گئی ہے۔ ایک کے بعد دوسرا مسئلہ۔ ملک میں استحکام کی صورت کیسے بنے۔ آسمان کو چھوتی مہنگائی۔ گیس اور بجلی کے بھاری بھر کم بل اور ادارے بند ہونے کی وجہ سے بے روزگاری کے مسائل کم نہ تھے کہ حال ہی میں دل دہلانے والے واقعات سامنے آتے ہیں۔ بچوں کو اغوا کے بعد زیادتی کر کے قتل کر دیا جاتا ہے۔

قصور کی تحصیل چونیاں جہاں یہ لرزہ خیز واقعات سامنے آئے ہیں، یہ وہی علاقہ ہے جہاں کی زینب کے واقعہ نے ملک گیر شہرت حاصل کی تھی۔ الیکٹرانک میڈیا نے اس واقعہ پر سو ڈیڑھ سو پروگرام کر ڈالے تھے۔ خبروں میں زینب کے علاوہ کوئی موضوع ہی نہ تھا۔ پرنٹ میڈیا نے بھی بڑی بڑی سرخیاں لگا کر خبریں شائع کیں۔ اداریے لکھے گئے، جس میں حکومت کو مورد الزام ٹھہرایا گیا ——— اداروں نے بھی متاثرہ خاندان سے ہمدردی کرتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ مجرمان کو جلد از جلد گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا لیکن اب اس طرح کے کئی واقعات رپورٹ ہونے کے باوجود کوئی آواز بلند نہیں ہو رہی۔ میڈیا مکمل خاموش ہے۔ شاید اسی لیے پولیس اور انتظامیہ کوئی توجہ نہیں دے رہی، ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھی ہے۔ میڈیا کی اس بے حسی کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ اگر انتظامیہ اور پولیس توجہ دے تو کم از کم دیگر اغوا شدہ بچوں کو تو بچایا جا سکتا ہے۔

ہم سب کو بھی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ خصوصاً مائیں اپنے بچوں پر کڑی نظر رکھیں۔ اپنے اردگرد کے لوگوں میں کوئی غیر معمولی بات دیکھیں تو اس کو نظر انداز نہ کریں۔ فوراً نوٹس لیں۔ ریاست، انتظامیہ اور میڈیا کی کارکردگی دیکھتے ہوئے ان سے کوئی توقع رکھنا عبث ہے۔ ہمیں اپنی مدد خود ہی کرنا ہوگی۔

ایک اور چراغ بجھا،

ماہر خطاط اور آرٹ ڈائریکٹر محترم صابر حسین صاحب اس دار فانی سے رخصت ہو گئے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ؁

صابر حسین صاحب کا اس ادارے سے دیرینہ تعلق تھا۔ وہ ریاض صاحب کے اس دور کے ساتھی تھے جب ریاض صاحب نے پرچوں کی دنیا میں قدم نہیں رکھا تھا۔

صابر حسین کا فن بے مثال تھا اور ادارہ خواتین ڈائجسٹ کے ساتھ ان کی محبت اور وفاداری بھی مثالی تھی۔ اس ادارے سے وابستہ ہوئے تو آخری سانس تک دوسری طرف نہیں دیکھا۔ ایسے بے مثال فنکار اور ایسی وضع دار شخصیات بہت کم ہوتی ہیں۔ ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کا پُر ہونا بہت مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین۔

قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اس شمارے میں،

- ایک دیا رہنے دیا۔ نگہت سیما کے ناول کی آخری قسط، اسیرِ جنّت۔ فرح بھٹو کا مکمل ناول،
- تانیہ بالیہ، فرح بخاری اور امتہ العزیز شہزاد کے ناولٹ،
- صدف آصف، سمیرا گل، سعدیہ رئیس، زارا ہجرا، افشین نعیم کے افسانے،
- رخسانہ نگار عدنان اور نعیمہ ناز کے ناول، جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے۔ قارئین کے تجربات،
- آپ کی پسندیدہ مصنفہ نبیلہ ابر راجہ اور کاشف محمود کا بندھن،
- معروف شخصیات سے گفتگو کا سلسلہ۔ دستک،
- پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتیں۔ احادیث کا سلسلہ،
- خط آپ کے، باتوں سے خوشبو آئے اور دیگر مستقل سلسلے شامل ہیں۔

حمد باری تعالیٰ

سن لے دل کی صدا، اپنے در پہ بلا
اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا

میں گناہ گار ہوں، میں خطا کار ہوں
تیری رحمت کا دامن فراخ اور کھلا
اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا

اپنی آنکھوں میں اشکِ ندامت بھرے
سر جھکائے کھڑی ہوں میں آگے تیرے
اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا

میں جو ڈالوں نظر اپنے اعمال پر
بجز تاریکیوں کے، کچھ نہ آئے نظر
اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا

حرفِ توبہ میرے، ذہن و دل میں بھرے
میرا دامن فگار اور روح تار تار
اے خدا، اے خدا، اے خدا، اے خدا

ریحانہ چوہدری

نعت رسولِ مقبولؐ

میں یوں تڑپتا ہوں ہر لمحہ حاضری کے لیے
کہ زندگی ہو مری جیسے آپؐ ہی کے لیے

یہ سوچ کر کہ ہوں نعلین میرے سر کو عطا
غلام بن کے میں حاضر ہوں نوکری کے لیے

خدا کے بعد محمدؐ وہ لفظ ہے جس کو
ہے بے حساب لکھا میں نے خوشخطی کے لیے

اسی سے زندگی پائی ہے زندگانی نے
کہ انتظار کیا چودھویں صدی کے لیے

میں نعت لکھتا ہوں آقا کی اور سب الفاظ
دعائیں کرتے ہیں میری سلامتی کے لیے

ہوا جو ایک اشارے سے چاند دو پارہ
جڑا تو ایک کرشمہ تھا چاندنی کے لیے

ہے دل کے غار میں بستی حضورؐ کی خوشبو
جو کام آتی ہے سانسوں کی تازگی کے لیے

مسعود صدیقی

ادارہ

پیارے نبی کی پیاری باتیں

قرآن پڑھنا اور اسے حفظ کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(روز قیامت) صاحب قرآن (قرآن پڑھنے اور اسے حفظ کرنے والے) سے کہا جائے گا: قرآن پڑھتا جا اور (درجے) چڑھتا جا اور اس طرح آہستہ آہستہ تلاوت کر جیسے تو دنیا میں ترتیل سے پڑھتا تھا۔ چنانچہ تیرا مقام وہ ہوگا جہاں تیری آخری آیت کی تلاوت ختم ہوگی۔"

(اسے ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

فوائد و مسائل: (1) اس میں قرآن کریم کے حافظ اور کثرت سے تلاوت اور اس کے احکام پر عمل کرنے والوں کی فضیلت کا ذکر ہے۔

(2) چڑھنے سے مراد جنت کے درجوں پر چڑھنا ہے۔ یعنی جتنا قرآن یاد ہوگا اسی حساب سے وہ ترتیل سے پڑھتا جائے گا اور جنت کے درجات پر فائز ہوتا چلا جائے گا۔

(3) اس میں قرآن کی تلاوت اور اس کے حفظ کرنے کی ترغیب ہے تاکہ وہ جنت میں حفظ قرآن کی بدولت زیادہ سے زیادہ بلند درجات حاصل کر سکے۔

قرآن کریم کی دیکھ بھال اور اس کو بھلا دینا

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ وعلیہ وسلم نے فرمایا: "اس قرآن کی حفاظت (دیکھ بھال) کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! یہ (قرآن سینوں سے) نکل جانے میں اس اونٹ سے زیادہ تیز ہے جو رسی میں بندھا ہو (اور اسے کھول کر بھاگ نکلنے والا ہو۔")

(بخاری و مسلم)

فائدہ:

قرآن کریم کی حفاظت اور دیکھ بھال کا مطلب ہے کہ پابندی سے اس کی تلاوت کی جائے۔ ورنہ غفلت کی صورت میں انسان اسے اتنی تیزی سے بھولتا ہے کہ اتنی تیزی سے اونٹ بھی رسی تڑا کے نہیں بھاگتا۔ یہ تیزی سے بھول جانے میں تشبیہ ہے۔

حافظ قرآن

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حافظ قرآن کی مثال رسی سے بندھے ہوئے اونٹ کی طرح ہے۔ اگر وہ اس اونٹ کا خیال رکھتا ہے تو وہ (اپنے کھونٹے سے) بندھا رہتا ہے اور اگر اسے کھول دے گا تو چلا جائے گا۔" (بخاری و مسلم)

فوائد و مسائل:

(1) صاحب قرآن سے مراد، قرآن کا حافظ ہے، مکمل حافظ ہو یا کچھ اجزاء کا حافظ جتنا بھی یاد ہو اسے پڑھتا رہے گا تو یاد رہے گا، جیسے اونٹ پر کڑی نظر رکھی جائے تو وہ بندھا رہتا ہے اور اگر اسے کھول دیا جائے تو ایسا بھاگے گا کہ اسے تلاش کرنا اور پکڑنا مشکل ہو جائے گا۔

(2) اس میں ان والدین کے لیے بھی سبق ہے جو بچوں کو حفظ کروا کر اسکول داخل کروا دیتے اور پھر وہ قرآن کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، اسی طرح منزل یاد کیے بغیر جلدی حفظ کرنے والے حضرات

دستک دستک دستک

شاہین رشید

نیلم منیر

''کیسے مزاج ہیں؟''

''الحمدللہ۔''

''آج کل تو فلموں میں کام کر کے خوب تعریفیں اور کامیابیاں سمیٹ رہی ہیں آپ؟''

''جی ...... بس اللہ کا کرم ہے۔ مگر میں اپنا وہ وقت بھی نہیں بھولی ہوں جب اس فیلڈ میں جگہ بنانے کے لیے میں نے کتنی محنت کی تھی ...... اللہ نے مجھے میری محنتوں کا صلہ دیا ہے۔''

''بالکل ...... اب تو ہمارے ہندوستان سے تعلقات اچھے نہیں ہیں۔ لیکن اچھے تعلقات میں آپ وہاں کام کرنا چاہیں گی؟''

''مجھے جو بھی عزت پیار اور شہرت ملی اپنے پیارے ملک پاکستان سے ملی ہے ...... اس لیے ماضی میں بھی اور آج بھی مجھے کبھی بھی یہ خواہش نہیں ہوئی کہ میں انڈین فلموں میں کام کروں۔ مجھے اپنے پاکستانی ہونے پر بہت زیادہ فخر ہے۔''

''آپ کے خیال میں ڈرامہ زیادہ دیکھا جاتا ہے یا فلم زیادہ دیکھی جاتی ہے؟''

''اس کو آپ کیلکولیٹ نہیں کر سکتے کہ کیا زیادہ دیکھا جاتا ہے۔ میرے حساب سے دونوں میڈیم الگ الگ ہیں۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ فلم دیکھنے والوں نے کبھی ڈرامہ دیکھا ہی نہیں ہوتا۔ اس لیے کچھ نہیں کہہ سکتے۔''

''آپ کس میڈیم کو زیادہ پسند کرتی ہیں؟''

''میں ......؟ میں ہر میڈیم کو پسند کرتی ہوں۔ مجھے تھیٹر کرنا بھی پسند ہے۔ ٹی وی ڈرامہ کرنا بھی اور فلم بھی ...... سو میں ان تینوں میڈیمز میں کام کر بھی رہی ہوں۔''

''فلم کے معیار سے مطمئن ہیں؟''

''جی، جی بہت چینج آیا ہے اور اب کافی اچھی فلمیں بن رہی ہیں۔ مجھے تو فلم کا فیوچر کافی برائیٹ لگتا ہے ...... ایسے ہی تو نہیں سینما ہاؤسز پہ ''فل'' کا بورڈ لگا ہوا ہوتا ہے ...... لوگ آتے ہیں تو ''ہاؤس فل'' ہوتا ہے۔ پاکستانی فلموں کے اچھے دن شروع ہو چکے ہیں۔''

''آپ کی فلم رانگ نمبر 2 کافی ہٹ گئی۔ کچھ کہیں گی اس بارے میں؟''

''ہاں ...... کیوں نہیں، مجھے جب فلم کا اسکرپٹ ملا اور اپنے کردار کے بارے میں علم ہوا تو میں نے بڑی توجہ کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا۔ مجھے اس کردار میں کافی جان نظر آئی۔ اداکاری کا مارجن نظر آیا ...... اور مجھے لگا کہ اس فلم میں وہ سب کچھ ہے جو لوگ دیکھنا چاہتے ہیں۔ سو میں نے کام کرنے کی ہامی بھر لی اور پھر آپ سب نے دیکھا کہ فلم کتنی کامیاب ہوئی۔''

''انڈر پروڈکشن کتنی فلمیں ہیں؟''

''ابھی کچھ نہیں کہہ سکتی ...... وقت آنے پر سب پتا چل جاتا ہے۔ بس یہ ضرور کہوں گی کہ میں اسکرین پہ آنے کی خاطر بھی غیر معیاری کردار قبول نہیں کروں گی۔''

''آپ فلمیں دیکھتی ہیں؟''

''بالکل دیکھتی ہوں ...... نئی بھی اور پرانی بھی اور بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔ اس طرح پرانے ڈرامے بھی دیکھتی ہوں کہ ان سے سیکھنے کی بہت گنجائش ہوتی ہے اور جب تک ہم دوسروں کی چیزیں دیکھیں گے

جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے

مسز س۔ ص

میں پچھلے سترہ سال سے آپ کے ادارے کے ساتھ منسلک ہوں بطور قاری۔ یہ کہنے کی تو ضرورت بھی نہیں کہ آپ لوگوں کا معاشرے میں کیا رول ہے اور آپ لوگ کتنی ہی ماں، بہن اور بیٹیوں کو زندگی گزارنے اور جینے کی امید دیتے ہیں۔ تین سال کا بچہ بھی ہے۔ ماشاء اللہ ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزار رہی ہوں۔ ماں باپ کی لاڈلی بیٹی ہوں تو دوسری طرف سسرال والوں کی سمجھ دار بہو، بھابھی اور بچوں کی دل پسند مامی بھی ہوں الحمدللہ۔

ساری زندگی سجدے میں گزار دوں تو بھی اللہ کا شکر ادا نہ کر پاؤں جس نے اتنی عزت دی اتنا پیار دیا اور اس سارے قصے میں میرے ماں باپ کی تربیت کے ساتھ ساتھ آپ سب کی تربیت بھی شامل ہے۔

بلاشبہ آپ اور آپ کی بلکہ ہم سب کی ہی —— ہیں جو ہم جیسی گھر بیٹھی لڑکیوں کے دلوں میں اور ذہنوں میں امید کی کرن بن کر آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو بہترین اجر دے، آمین۔

اب آتی ہوں اس سلسلے کی طرف جس نے مجھے مجبور کیا کہ میں اس سلسلے میں شرکت کروں وہ سلسلہ ”جب تجھ سے ناتا جوڑا ہے“ کا ہے۔

عمر 28 سال ہے جب سے یہ سلسلہ شروع ہوا ہے تو دل چاہتا ہے کہ میں بھی اس میں کچھ لکھوں۔ امید کرتی ہوں کہ میری باتوں کو سمجھا جائے گا۔ اگر کسی کی انجانے میں دل آزاری کر دوں تو معافی چاہتی ہوں۔

س ”شادی کب ہوئی؟“

ج ”زندگی بدلنے کا یہ خوب صورت دن 31 مارچ 2012ء کا ہے۔“

س ”شادی سے پہلے مشاغل اور دلچسپیاں؟“

ج ”گھر صاف رکھنا، مزے مزے کے کھانے بنانا۔ لوگوں کو بلانا، ان کے گھر جانا۔ ملنا ملانا۔ کافی سوشل ہوں چونکہ اپنے گھر میں بڑی بیٹی اور سسرال میں پہلی بہو ہوں۔ اس لیے یہ مشاغل برقرار ہیں۔

وہی ملنا ملانا۔ آنا جانا گھر پہ توجہ اور میرا ساتھ دیتی ہیں ان سب میں، میری ساس مسز خالد، جو کہ میری ساس ہی نہیں ماں بھی ہیں۔ دوست بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت دے آج کل وہ کچھ علیل ہیں دل کے عارضے کو لے کر۔“

س ”اس رشتے میں آپ کی مرضی شامل تھی یا گھر والوں کے فیصلے پر سر جھکا دیا؟“

ج ”اس رشتے میں میری بھی مرضی شامل تھی اور گھر والوں کی مرضی بھی شامل تھی۔ اللہ کا بہت کرم ہے مجھ پر۔ کوئی رتی برابر پریشانی نہیں آئی الحمدللہ۔“

س ”ذہن میں جیون ساتھی کے حوالے سے کوئی تصور؟“

ج ”تصور بس یہ تھا کہ دل کو تو اچھا لگنا ہی تھا لیکن اگر نظر کو بھی اچھا لگ جائے تو کیا ہی کہنے۔ مطلب خوش شکل ساتھی کی خواہش تھی۔ اور ساتھ میں یہ کہ بندہ بندوں کی طرح چال چلن سے زندگی گزار دے تو یہ بندی شکر گزار رہے گی ساری زندگی کانفیڈنٹ، بولڈ، باادب، باتمیز اور سلجھی ہوئی طبیعت کا حامل بندہ اللہ تعالیٰ نے میری زندگی میں شامل کر دیا۔ اللہ کا خاص کرم ہے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر بھی کہ ایسا داماد ملا ہے، جس کو دعاؤں میں مانگنا چاہیے، جس کے لیے وظیفے کرنے چاہئیں جس کے لیے دل چاہے کہ ایسا بندہ آرڈر پر بنایا جائے۔

نعیمہ ناز

[illegible]

عالیہ بیگم اپنی بیٹی حمنہ کے رشتے کے لیے خاندانی لوگوں کی تلاش میں تھیں۔ جب کہ ان کی ساس کا کہنا تھا کہ رشتہ کے لیے دین داری اور شرافت کو ترجیح دینی چاہیے۔

عائشہ اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ ایک چھوٹے سے گھر میں رہتی تھی۔ رشتوں کے نام پر اس کی ایک خالہ تھیں جن کے دو بچے فہد اور علیزے تھے۔ فہد اپنے باپ کے پاس امریکہ پڑھنے گیا تھا۔ اس کی والدہ سلائی کر کے اپنے بچوں کو پڑھا رہی تھیں۔ عائشہ کی سہیلیاں اس کی بے پناہ خوب صورتی کو سراہتی تھیں۔

سید صاحب کو مسجد کمیٹی کا صدر منتخب کیا جا رہا تھا۔ ان کی بیٹی نائلہ ایک خودسر لڑکی تھی، اس کی اپنے شوہر سے بالکل نہیں بنتی تھی۔ وہ آئے دن اپنے شوہر سے لڑ جھگڑ کر باپ کے گھر آ بیٹھتی۔ اس میں ماں کے مزاج کی جھلک تھی۔ اسے اپنی خوب صورتی پر بہت ناز تھا۔ سید صاحب اس کی طرف سے بہت پریشان تھے۔ نائلہ کے شوہر سرمد کا دوست جمال اس پر مرمٹا ہے۔

چنبیلی کا تعلق بازارِ حسن سے ہے۔ طلال شیخ ایک نامور سیاست دان اور جاگیردار کا بیٹا ہے جو چنبیلی کے حسن پر مرمٹا ہے۔

شاہ میر رسول بخش کا سب سے چہیتا شاگرد تھا، جو ان کے ساتھ ہی رہائش پذیر تھا۔

Monthly Shuaa October 2019

صدف آصف

دوست چڑیا

چڑیا کا چہچہانا سویرا ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے، پرندوں کی چہکار معمول کی وہ آوازیں تھیں، جو سمیرا اور کاشف کی بے رونق زندگی میں خود بخود شامل ہو کر زندگی کا حصہ بن گئیں۔ روزانہ سمیرا بوا جی سے ناشتہ بنوانے کے لیے کچن میں داخل ہوتی اور چائے کا پانی چولہے پر چڑھاتے ہوئے سامنے والے درخت پر نگاہ ڈالنا نہیں بھولتی جہاں گھاس پھونس سے بنے اس گھونسلے میں زندگی مسکرانے لگی تھی۔

چند دنوں بعد ہی اس کی دوست چڑیا نے ایک ساتھ کئی انڈے دے دیے۔ وہ روزانہ گھونسلے میں جھانکتی آخر ایک دن چٹ چٹ کی آواز کے ساتھ وہ انڈے چٹخنے لگے اور ایک کے بعد ایک بچے نکل پڑے۔ یہ دیکھ کر جہاں چڑیا مسرور دکھائی دی، وہیں سمیرا بھی خوش ہوئی تھی

"بی بی جی۔ چڑیا کے بچے نکل آئے ہیں۔" بوا جی نے پراٹھا بیلتے ہوئے بیگم صاحبہ کا خوش گوار موڈ دیکھ کر کہا تو وہ مسکرا دی۔

سمیرا نے رات کے کھانے پر جب بڑی معصومیت سے یہ بات اپنے شوہر کو بتائی۔ کاشف نے ایک لمحہ حیرت سے بیوی کو دیکھا، پھر نوکروں کے سامنے مذاق اڑانے والے انداز میں اتنا ہنسے کہ سمیرا کی آنکھوں میں پانی آگیا اور وہ کھانا چھوڑ کر ٹیبل سے اٹھ گئی۔ اس کے بعد — سمیرا نے اپنی دوست چڑیا کا ذکر کسی سے نہیں کیا۔ بس وہ چپکے چپکے اس کی گھر گرہستی کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی رہتی، دوست چڑیا کے بچوں کی چوں چوں چوں سے جیسے اطراف میں رونق لگی رہتی۔

تاہم آج کا دن، کل سے کچھ مختلف ثابت ہوا، جہاں سمیرا کاشف کا دل بے قرار تھا، وہیں دوست چڑیا بھی کچھ بے چین دکھائی دے رہی تھی، سمیرا نے پروں کی پھڑپھڑاہٹ پر بے اختیار کھڑکی سے باہر جھانکا، اسے وہ سامنے والے نیم کے درخت پر بنے گھونسلہ کے ارد گرد بڑی بے قراری سے منڈلاتی دکھائی دی۔ سمیرا کا منتشر ذہن چڑیا کی غیر معمولی حرکات پر چونکنے پر مجبور ہوا، اس نے کھڑکی سے گردن نکال کر چاروں جانب نگاہیں گھمائیں اور دوست چڑیا کی بے چینی کی وجہ بھانپ گئی۔

درخت کی سامنے والی سبز ڈالی پر چڑیا کا ایک نوزائیدہ بچہ اٹکا ہوا دکھائی دیا۔ شاید وہ تیز ہوا کی زد میں آ کر گھونسلے سے نیچے گر گیا تھا مگر پتوں کی وجہ سے ڈالی پر اٹک گیا۔

چڑیا اپنی اولاد کے لیے پریشان دکھائی دے رہی تھی۔ سمیرا کے بس میں ہوتا تو وہ اس بچے کو ہاتھوں سے اٹھا کر گھونسلے میں رکھ دیتی، مگر درخت بہت اونچا تھا، اس کی پہنچ سے دور۔

"ماما...... پلیز......" نباہ کی ڈری سہمی سی آواز اس کے کانوں پر پڑی۔

"شکر ہے، زمین پر نہیں گرا ورنہ تو اسی وقت ختم ہو جاتا، بے چارہ ابھی تک گھونسلے میں ہی رہا ہے زمانے کی تکلیفوں کی اسے کیا خبر؟" سمیرا نے بے دھیانی میں بالوں کا جوڑا باندھتے ہوئے خود کلامی کی، وہ بیٹی کی جانب ذرا بھی متوجہ نہ ہوئی۔

"ماما۔ آپ کیوں نہیں سمجھ رہیں، مجھے شارق پسند ہے، وہ دوسرے لڑکوں سے بہت مختلف ہے ویسے بھی

حسن آرا

سمیرا گل

شام کا اندھیرا بڑھ چکا تھا۔ حسن آرا نے تسبیح رکھی اور اٹھ کر کھڑکی سے باہر جھانکا۔ سیاہ تارکول کی سڑک دور تک ویران اور سنسان تھی، اکا دکا لوگ تو تھے ہی لیکن ان کا بیٹا کہیں نظر نہیں آ رہا تھا اب تو رات کے آٹھ بجنے والے تھے۔ صبح سے جو لڑ جھگڑ کر گھر سے نکلا تھا تو ابھی تک واپس نہیں آیا تھا اور ان کے دل کو جیسے پنکھے لگے ہوئے تھے خالی گھر کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔ سیل فون نکال کر دوبارہ اس کا نمبر ملایا۔

"بس آ رہا ہوں راستے میں ہوں۔" اس نے اتنا کہہ کر کال کاٹ دی اور پھر کچھ ہی دیر میں اس کی گاڑی آتی دکھائی دی تھی۔ سُتا ہوا چہرہ اور تھکن بھرا انداز حسن آرا کا دل کٹ رہا تھا۔

"کھانا لاؤں تمہارے لیے۔"

"نہیں، میں کھا کر آیا ہوں۔"

"مجھے پتا ہے جو تم کھا کر آئے ہو، یہ جھوٹ کسی اور کو سنانا۔ اب آرام سے بیٹھو ادھر، تمہارے انتظار میں ابھی تک میں بھی بھوکی بیٹھی ہوں۔" اس کے انکار کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے حسن آرا نے بڑی پھرتی سے میز پر کھانا چن دیا تھا۔ بریانی، رائتہ اور سلاد، اپنے بیٹے کے لیے اس عمر میں وہ اتنا ہی کر سکتی تھیں۔

"کس بات پہ جھگڑا ہوا ہے تم دونوں میں۔" کھانے کے دوران انہوں نے بڑے سرسری انداز میں استفسار کیا تھا۔

"کچھ خاص نہیں بس آپ ٹینشن نہ لیں۔"

"میں جاؤں گی کل اسے......"

"ہرگز نہیں آپ کہیں نہیں جائیں گی اسے اگر آنا ہوگا تو وہ خود آئے گی ورنہ مجھے کوئی پروا نہیں۔" اس کا انداز اتنا قطعی تھا کہ حسن آرا چپ رہ گئیں۔

☆☆☆

برقی قمقموں سے سجے گھر میں آج خوب ہی رونق لگی ہوئی تھی، ہر سو خوشی کا سماں تھا قہقہے اور ہنسی کی جھنکاریں گونج رہی تھیں۔ حسن آرا آج بے حد خوش تھیں اور پھر خوشی کا ہی تو دن تھا۔ ان کا بڑا بیٹا زریاب آج دولہا بنا تھا ہر ماں کو کتنا ارمان ہوتا ہے کہ اس کا بیٹا دولہا بنے۔

یہ جو الہام ہوتے ہیں

امۃ العزیز شہزاد

"جب سے آئی ہیں کچھ بجھی بجھی سی لگتی ہیں۔" وریشہ نے جو اپنی سجی سنوری نوبیاہتا بڑی بہن کو اپنے کمرے میں بیٹھ کر کسی گہری سوچ میں مستغرق پایا تو تشویش سے استفسار کر ہی بیٹھی۔

"کیا ہوا آپو...... سب خیر تو ہے؟" وہ پوچھتی ہوئی بستر پر اپنی "آپو" کے مقابل بیٹھ گئی۔ اور بہت کھوجتی نگاہوں سے اس کا پرکشش چہرہ دیکھنے لگی۔

"آں...... ہاں!" وہ جو اپنے خیالات میں کھوئی ہوئی تھی۔ وریشہ کی آواز پر چونک گئی اور غائب دماغی سے خود سے تین برس چھوٹی، "گوری چٹی" گول چہرے اور بھورے گھنگھریالے بالوں والی اپنی اس بہن کو دیکھنے لگی جو ابھی انٹر کی طالبہ تھی۔ مگر اس وقت اس کے چہرے پر چھائے تفکرات کے بادل اسے اپنی اصل عمر سے کہیں زیادہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے......

"تم کچھ کہہ رہی تھیں؟" رمشا نے یک لخط توقف کے بعد پوچھا تو وریشہ اپنی بھوری آنکھیں مٹکا کر بولی۔

"میں نے کچھ بھی نہیں کہا۔ البتہ آپ کی متورم آنکھیں اور ستا ہوا چہرہ بہت کچھ کہہ رہے ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہیں؟" رمشا نے تحیر سے پوچھا۔

"وہی...... جو کچھ آپ ہم سب سے چھپانا چاہتی ہیں۔" وہ پراسراریت سے مسکرا کر بولی۔

"مگر میں تو کچھ بھی نہیں چھپا رہی۔" وہ خود کو سنبھال کر ٹالنے کی خاطر جلدی سے بولی مگر "وہ" بھلا ٹلنے والی "شے" تھی؟

"جھوٹ مت بولیں۔" وہ اس کی بات کو مکمل رد کر کے اسے کندھوں سے تھام کر اس کی مسکارے و کاجل سے سجی آنکھوں میں جھانک کر بولی۔

زارا منجرا

چڑیاں چگ گئیں کھیت

ابا کی وفات کے بعد تو ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے ہمارے سروں سے سائبان چھین لیا ہو۔ رشتہ داروں نے پہلے تو ملنا ملانا کم کیا پھر آہستہ آہستہ یہ سلسلے بھی ترک ہو گئے۔

ہم دونوں بہنوں نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا۔ کتابوں کی جگہ سوئی دھاگے نے لے لی۔ اماں کے ساتھ مل کر ہم نے اتنی محنت کی کہ گھر کا دال دلیہ آرام سے چلنے لگا اور ابراہیم کو بھی ٹافیوں اور چورن کے لیے بلکنا نہ پڑتا۔

وقت اپنا راستہ ناپ کر بڑی سرعت سے آگے بڑھ رہا تھا۔ ان ہی لمحوں میں اماں کی نظر بیٹی کے بالوں میں اترتی چاندی پر پڑی اور اسے (اماں کو) نئے اندیشوں اور فکروں نے آلیا۔ قریبی اور دور پار کے رشتہ داروں کو ٹٹولنے پر جب مایوسی ہوئی تو اماں نے اپنے تئیں تگ و دو شروع کر دی۔ کئی بے ڈھنگے رشتے آئے جو اماں نے مسترد کر دیے اور جو ڈھنگ کا رشتہ آیا تو وہ کوئی مثبت جواب نہ دیتے، اسی رشتہ پریڈ میں دو سال گزر گئے۔

''اماں! میں اب کسی مہمان کے سامنے نہیں جاؤں گی، اس لیے تو مجھے ذلیل کرنے کا یہ تماشا بند کر دے۔''

فوزیہ باجی کا انداز تنبیہ والا تھا اور میں بھی ان کی حمایت میں پیش پیش تھی۔

''تو کیا کروں، گھر بٹھالوں تمہیں؟ راتوں کی نیند چھن گئی ہے میری اور تم کہتی ہو میں نے تمہیں ذلیل کرنے کا تماشا لگایا ہے۔''

شاید حالات کی نزاکت اور عمر کا تقاضا تھا کہ اماں کا انداز بھی دن بہ دن چڑچڑا ہوتا جا رہا تھا۔ جب بھی کوئی رشتہ آتا تو آس پاس والے پوچھ پوچھ کے ہماری ناک میں دم کر دیتے۔ گھر کے ماحول میں عجیب سا تناؤ آ گیا، ہم دونوں بہنوں کے مزاج میں بھی درشتی آ گئی۔

☆☆☆

''براہ مہربانی اپنے اوٹ پٹانگ رشتے اپنے پاس رکھیں۔ آپ کی بھی دو دو بیٹیاں جوان ہو رہی ہیں، کل کو کام آئیں گے۔''

ہماری تائی کسی شادی شدہ آدمی کا رشتہ لے کر آئیں تو فوزیہ باجی نے کھری کھری سنا دیں۔

''ہم اپنے گھر سے کھاتے ہیں، اپنا پہنتے ہیں کسی پر بوجھ نہیں ہم جو یوں آئے گئے رشتے ہمیں دکھاتی پھر رہی ہیں۔ آپ اپنا یہ احسان عظیم اپنے پاس رکھیں اور تشریف لے جائیں۔'' میرے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو میں نے بھی تمام لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے تائی جان کو باہر کی راہ دکھائی۔

''تم دونوں کی زبان درازی اور بدلحاظی کی وجہ سے دیکھنا اب سارے رشتے دار بھی ہم سے چھوٹ جائیں گے۔'' تائی کے جاتے ہی اماں نے سر پکڑ لیا۔

''ہماری وجہ سے نہیں، ہمارے حالات کی وجہ سے پہلے ہی سب چھوڑ چکے ہیں ہمیں اور یہ جو بے ڈھنگے رشتے لے کر آئی تھیں نا ہمارے اوپر رحم کا ٹوکرا برسانے نہیں چاہیے ہمیں کسی کی ہمدردی۔''

ہم دونوں بہنوں نے بھی خوب دل کھول کے اپنی بھڑاس نکالی۔ حالات نے ہمیں بہت خودسر اور ضدی بنا دیا تھا، اس طرح کئی رشتے ہماری ضد کی

نگہت سیما

اک دیا رہنے دیا

وہ گیارہ سال بعد اس گھر میں واپس آئی تھی۔ اب بھی نہ آتی اگر چھوٹے داجی اسے منت کر کے نہ بلاتے کہ ان کی جان اس میں اٹکی ہوئی ہے۔ انہیں معافی چاہیے۔ انہیں اس سے بہت کچھ کہنا تھا۔ اور وہ آ گئی۔ سامنے والے گھر کی بالکونی کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے نجانے کیا کچھ سوچ ڈالا تھا۔

چار سال کی عمر میں عبدالکریم کاکا اسے یہاں لے کر آئے تھے 1948ء دسمبر میں۔ آغا منزل اس کے نانا آغا فرحان علی کا گھر تھا اس گھر میں اس کے دو ماموں وحید آغا اور سعید آغا بھی اپنے خاندان کے ساتھ رہتے تھے۔ آغا فرحان علی کے چھوٹے بھائی آغا ریحان علی بھی اپنے خاندان کے ساتھ رہتے تھے۔

عبدالکریم کاکا نے بتایا کہ فسادات میں پورا خاندان ختم ہو گیا صرف عروج فاطمہ بچ گئی۔ یوں عروج فاطمہ اور عبدالکریم کاکا آغا منزل میں رہنے لگے۔

1959 میں حیدر سلطان آ گئے عبدالکریم کاکا نے اسے بتایا کہ یہ اس کے چاچو ہیں۔ آغا منزل میں رشتوں میں نفسانفسی تھی۔ سامنے کوٹھی میں رہنے والے گھرانے سے عروج فاطمہ کی دوستی ہو جاتی ہے۔ انیس اسے پسند کرتے ہیں زہرہ آپی اور دبیر بھائی اسے بہنوں کی طرح چاہتے تھے۔ اس کا رشتہ انیس سے طے ہو جاتا ہے۔ ریحان آغا اپنی بیٹی صبا کے لیے آغا جان سے کہتے ہیں۔

ریحان آغا کی دھمکی کے بعد آغا جان پریشان ہو کر عروج کو بلا کر کہتے ہیں کہ وہ عبدالکریم سے کہے کہ وہ حسن صاحب اور ان کی بیگم کو بلا کر لائے۔ وہ ان سے کہتے ہیں کہ انیس آ گیا ہے تو وہ آج ہی عروج اور انیس کا نکاح

مکمل ناول

سعدیہ رئیس

راجا کی بیٹی

اسے بڑے زور کی بھوک لگ رہی تھی۔ اس نے چپ چاپ کچی پکی دیواروں سے بنے باورچی خانے کا رخ کیا۔ صحن کے کونے پر بنا چکنی اور میلی دیواروں سے اٹا یہ باورچی خانہ دھوپ سے تپ رہا تھا۔ ٹوٹی گگروں والے سلیب پر پرانے بدرنگ سے

فرح بھٹو

کرب

کہر چھائی اس سرد ٹھٹھرتی ہوئی رات میں ایک بینچ پر اکیلا بیٹھ کر میں اس رات کی ساری ٹھنڈک اپنے اندر اترتی ہوئی محسوس کر رہا ہوں۔

لندن کی اس مشہور اسٹریٹ پر اس وقت لوگوں کا رش بہت کم ہے۔ ہاں دکانوں اور ریسٹورینٹس کے اندر چہل پہل ہے۔ چودہ تاریخ کا چاند آکاش پر عین میرے سامنے اپنی نرم سفید روشنی براہ راست مجھ پر ڈال رہا ہے۔ لیکن میں اس کی کرنوں سے بے نیاز اپنے ماضی کی سوچوں میں گم ہوں۔

ماضی جو موجود لمحے کو بیٹھے بٹھائے گزرے وقت میں بدل دیتا ہے۔ اور گزرا وقت دل کے اتنا قریب ہوتا ہے کہ موجود لمحے اس کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ میرے لیے بھی میرا حال بے معنی ہے۔ میں حاضر لمحوں میں سانس ضرور لے رہا ہوں مگر میرا دل ماضی میں کھویا ہوا ہے۔ اور ماضی کی سوچ کے ساتھ ایک چہرہ میرے ذہن کے پردے پر جگمگاتا ہے۔ بس وہی چہرہ۔ اسی کی یاد۔ میرے دل میں ہلچل سی مچا دیتی ہے۔ پھر جیسے فاصلے دھوئیں میں تحلیل ہو جاتے ہیں اور میں اس کے پاس پہنچ جاتا ہوں۔

☆☆☆

میں بالاج شاہ۔ نواب شاہ کے سب سے بڑے زمین دار حبدار شاہ کا سب سے چھوٹا لاڈلا سپوت۔ جو اپنے بڑے بھائیوں کی طرح گریجویشن کر کے زمینداری سنبھالنے کے بجائے۔ ایم بی بی ایس کر کے سرجن بننا چاہتا تھا۔ میرے اس شوق میں بابا بالکل رکاوٹ نہ بنے۔

انٹری ٹیسٹ میں نمایاں کامیابی کے بعد جب میرا داخلہ جامشورو میڈیکل یونیورسٹی میں ہوا تو بجائے حیدر آباد والے اپنے خالی بنگلے میں رہنے کے میں نے نانو کے پاس رہنے کو ترجیح دی۔ جہاں میرے تین

افشین نعیم

یار دل دار

"نہال بھائی، بچوں کو کہیں گھمانے پھرانے گھر سے باہر لے کر گئے ہوئے تھے۔ بھابھی میرے سر ہو گئیں کہ امی کے ہاں چلو، امی اور مصباح (بھابھی کی بہن) کب سے تمہیں یاد کر رہی ہیں۔"

عادل نے سانس لینے کے لیے کچھ دیر توقف کیا۔

"جب سے تیری نوکری لگی ہے تب ہی سے یاد کر رہی ہوں گی۔" حیدر نے ٹھوکا دیتے ہوئے کہا۔

عادل نے کندھے اچکاتے ہوئے بات جاری رکھی۔

"بس جی کھینچ کھانچ کے لے گئیں مجھے اپنے میکے۔"

"بڑی ہمت ہے ویسے۔" احسن نے بات کاٹی۔

عادل سمیت سب ہی نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"کس کی ہمت کی بات کر رہے ہیں احسن بھائی؟" انس سے رہا نہ گیا تو پوچھ لیا۔

"بھابھی کی ہمت کی بات کر رہا ہوں۔ کوئی آسان کام ہے اس جیسے سانڈ کو کھینچ کر کہیں لے جانا۔"

"یا تو جگتیں مار لے یا خاموش ہو کر میری بات سن لے۔" عادل اسے غصے سے گھورتا ہوا بولا۔

"خاموش ہو کر بات سن لیتا ہوں۔"

وہ سر ہلا کر خاموش ہوا تو عادل نے بات وہیں سے شروع کی جہاں سے چھوڑی تھی۔

"پھر جناب! بھابھی کی والدہ، جن سے میری سلام دعا سے زیادہ بات ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس قدر والہانہ انداز میں مجھ سے ملیں کہ مجھے شک سا ہونے لگا کہ یہ واقعی بھابھی کی والدہ ہیں یا میرے بچپن میں مجھ سے کسی میلے ٹھیلے میں بچھڑنے والی ماں ہیں۔

اس کے بعد جو لوازمات، چائے کے ساتھ انہوں نے میرے سامنے پیش کیے۔ اس سے میرا شک مزید پختہ ہوتا گیا کہ آیا یہ واقعی بھابھی کی والدہ ہیں؟"

عادل بول رہا تھا۔ باقی لوگ انتہائی انہماک سے اس کی بات سن رہے تھے۔ سوائے محب اللہ کے، جو اخبار کے مطالعے میں یوں غرق تھا گویا صبح پرچا دینا ہو۔

"ابھی میں ایک سموسہ کھا کر، کیک سے انصاف کر ہی رہا تھا کہ بھابھی کی بات پر وہ پیس حلق میں اٹک گیا۔

فرمانے لگیں، "بڑی بھابھی تو عادل کے لیے اپنی بھانجی کا سوچے بیٹھی ہیں۔ پر میں نے صاف صاف بتا دیا کہ ہماری ساس مرحومہ نے اپنی وفات سے قبل کہا تھا کہ میرے عادل کی دلہن بنے گی تو صرف مصباح۔"

میں تو امی جان کی وفات کے اتنے برس بعد ان کی یہ وصیت سن کر ہکا بکا ہی رہ گیا۔

رہی سہی کسر محترمہ مصباح صاحبہ کی آمد نے پوری کردی۔ بھابھی نے بتایا تھا کہ مقابلے کا امتحان دے رہی ہے۔

ان محترمہ کی صحت کے حالات سے لگ رہا تھا کہ مقابلہ یقیناً کھانے کا ہوگا جس کے وہ امتحانات

ویسے تو ابا ایسے ہی تھے جیسے عام طور پر ہوا کرتے ہیں نرم گرم مزاج والے، کبھی دوپہر کی دھوپ اور کبھی ٹھنڈی چھاؤں ...... لیکن جب سے اندر ہی اندر دس طرح کے روگ انہیں کھانے لگے، پہلی رپورٹ ہی ہوش ربا تھی۔ بے آواز چوبیس گھنٹے کام کرنے والے دونوں گردے ناکام ہو چکے تھے۔ بلڈ یوریا اور کریٹی نائن دونوں ہی خطرناک حد تک پہنچے ہوئے تھے۔

وہ انتہا درجہ کے رقیق القلب ہو چکے تھے...... بات بات پر آنسو پونچھنے لگتے۔ پوتے پوتیوں کی ہر چھوٹی بڑی فرمائش پوری کرتے، عبادت میں تو خشوع خضوع آیا ہی تھا معاملات بھی یکسر بدل گئے...... جن جن سے ناراضگیاں تھیں صلح میں بدل گئیں۔ لین دین کے چھوٹے چھوٹے معاملات درست کر لیے جو نہیں دے سکتے تھے اللہ واسطے معاف کر دیے جن کو دینا تھے شکریہ کے ساتھ لوٹا دیتے۔

سب بچوں کو پاس بٹھا کر وصیت بھی کی اور نصیحت بھی۔ کچھ اپنی زندگی کے تجربات کا نچوڑ اولاد کے کانوں میں منتقل کیا...... ایک معاملہ ابھی بھی ایسا تھا جس کو ابھی دانستہ یا نادانستہ موضوع بحث نہیں بنایا اور سب سے اہم نکتہ بھی وہی تھا۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔ ”تم میں سے کوئی اچھے کام کرتا رہتا ہے لیکن مرتے وقت ایک ایسا بول بولتا ہے کہ جہنم کی گہرائیوں میں چلا جاتا ہے اور تم میں سے کوئی ایسا بھی

فائزہ رابعہ

رخسانہ نگار عدنان

شام کی چوڑیاں

کشف اپنے پرانے طرز کے گھر سے شدید بے زار ہے اور وہ اپنی آنی سے ہزار بار کہہ چکی ہے کہ وہ اس گھر سے جان چھڑا لیں لیکن وہ ہر بار اس کی بات ہنس کر ٹال دیتی ہیں۔ کشف گلیوں سے گزرتے خوانچا فروشوں سے بھی سخت بے زار رہتی ہے اور انہیں حسب توفیق بددعاؤں سے نوازتی رہتی ہے۔

طاہرہ بیگم کا اپنے گھر پر کافی ہولڈ ہے۔ ان کی بہو سونیا اور بیٹا آزر دونوں ہی ان کے فرماں بردار ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ ان کی پوتی کا رشتہ ان کی مرضی سے طے ہو۔

جبکہ ردا اپنے آفس میں کام کرنے والے جبران سے محبت کرتی ہے اور اسے کہتی ہے کہ وہ اس کا رشتہ لے کر آئے۔

دوسری جانب کشف کا پڑوسی اسے چھیڑتا ہے اور وہ اس کے پاؤں پر اینٹ دے مارتی ہے۔ بعد میں اسی لڑکے کی ماں سے بھی خوب جھگڑا کرتی ہے۔

زینب شاعری کرتی ہے اور ساتھ ہی ایک اسکول میں بھی پڑھاتی ہے وہ اپنا مسودہ حیدر کے پاس لے کر جاتی ہے تاکہ وہ سرفراز سے بات کر کے اسے چھپوا سکیں۔

آفس سے واپسی پر اس کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے اور وہیں تیز برستی بارش میں اس کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے۔

آڈیٹوریم لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہے جہاں ڈاکٹر موحد تین بڑی بیماریوں کو کنٹرول کرنے کے حوالے سے لیکچر

فرح بخاری

وہ نازنین

گھپ تاریک رات کی سیاہی میں وہ کالی چادر میں لپٹا بھاگتا وجود بار بار تاریکی میں مدغم ہو کر اُبھر رہا تھا۔ ایسی ہولناک لمحہ لمحہ موت کے قریب تر کرتی قبر جیسی تاریکی اسے اپنی آغوش میں بھر لینے کو بے تاب نظر آتی تھی اور وہ اس ماں کی گود جیسی موت کی آغوش میں اس سے بھی کہیں بڑھ کر بے تابانہ سما جانے کو تیار تھی۔ پل

ناولٹ

پل رنگ بدلتی زندگی کے دھنک رنگوں میں سے کوئی بھی رنگ اسے اب تک راس نہ آیا تھا۔

اونچے نیچے، ناہموار، پتھریلے راستے پر ننگے پاؤں ہانپتی کانپتی وہ بنا سوچے سمجھے اونچائیوں کی طرف بھاگتی جا رہی تھی، سنگلاخ پہاڑوں میں بسنے والوں کے دل ان پتھروں سے بھی کہیں سخت تھے، جس بستی کا ہر ذرہ اس کی عزت کا دشمن تھا۔ اس کی چٹانوں سے ٹکرا کر آج وہ خود ہی اپنے آپ کو چکنا چور کر دینا چاہتی تھی۔ لرزتی ٹانگوں کو ایک ذرا سی دیر کو روکتے اس نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔ لرزتی پلکوں سے درد کے کئی آنسو ایک ساتھ ٹوٹ کر گرے۔

یہ ٹھنڈی ریت اور پتھروں کا میدان، یہ دریا، یہ پہاڑی سلسلہ اور...... اس کی نظر دور دکھائی دیتی چند روشنیوں اور آبادی پر پڑی۔

”اور یہاں بستے یہ روایت پرست، مغرور، بے رحم انسانو! مہمان پر جان نچھاور کرنے والو۔ یہ جا رہی ہے درد اور کرب کے تحفے لے کر بچے کھچے وجود کی خود اپنے ہاتھوں سے کرچیاں کرنے تمہاری ایسی مہمان ۔ جسے رکھنے کو تمہارے دلوں اور گھروں میں تو کیا، جوتی کے تلوے میں بھی جگہ نہ تھی۔

”یا اللہ۔۔ میرے پاس تمہاری پناہ میں آنے کے سوا کوئی راستہ نہیں، مجھے معاف فرما دینا۔“ وہ زخمی پیروں کے ساتھ بالآخر پہاڑ کی چوٹی تک آ پہنچی تھی، جہاں سے واپسی کا راستہ بہت آسان بڑا سیدھا تھا۔ اس نے بنا ایک بھی پل کچھ اور سوچے اپنی آنکھیں بند کیں اور خود کو پھڑپھڑاتی ہوا کے سپرد کر دینے کو بازو بلند کیے۔

اۓ مہ کوا (مت کرو)۔۔ ایک غصیلی کرخت

شگفتہ جاہ

[illegible]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتی ہیں میں نے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔
"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے دو ہمسائے ہیں تو میں ان میں سے کسے تحفہ بھیجوں؟"
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"جس کا دروازہ تجھ سے زیادہ قریب ہو۔"
(صحیح بخاری)

کہیں اپنوں کو نہ ہار جانا

طنز اور بے حسی سے رشتے کمزور ہو جاتے ہیں۔ بس کبھی اپنوں سے ایسی لڑائی نہ لڑنا کہ لڑائی تو تم جیت جاؤ مگر اپنوں کو ہار جاؤ۔ رشتہ داری میں ہمیشہ درگزر کا ایک گر اپنا لو پھر دیکھو کیسے ہر تقریب میں تمہارے اردگرد اپنوں کا ہجوم ہوگا اور تم سب کی پسندیدہ شخصیت بن جاؤ گے۔

دُنیا

نقل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک پتھر سر کے نیچے رکھ کر سو گئے۔ ابلیس آپؑ کے پاس آیا اور بولا۔
"آپ نے تو دُنیا ترک کر دی تھی، اب آپ اس سے باز کیوں آ گئے۔"
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ "میں نے کیا کیا؟"
اس نے کہا کہ "آپ پتھر سر کے نیچے رکھ کر آرام کر رہے ہو۔"
یہ سنتے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس پتھر کو پھینک دیا اور فرمایا۔
"لے مجھے اتنی دُنیاداری سے بھی سروکار نہیں ہے۔"

مقام ہنسی

اسرائیلات میں درج ہے، حضرت موسیٰؑ نے ایک دن اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔
"یا باری تعالیٰ! کیا آپ کو کبھی ہنسی آتی ہے؟"
اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ "ہاں موسیٰ! آتی ہے۔"
حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا۔ "آپ کو کب ہنسی آتی ہے؟"
اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔
"اے موسیٰ! مجھے دو مواقع پر بہت ہنسی آتی ہے۔ ایک جب میں نے کسی شخص کو کوئی چیز عنایت کی ہوئی ہو اور پوری دُنیا مل کر اس سے وہ چیز چھیننا چاہتی ہو تو مجھے بہت ہنسی آتی ہے۔ اور دوسرا میں جب کسی شخص کو کوئی چیز نہ دینا چاہوں اور پوری دُنیا مل کر اس شخص کو وہ چیز دینا چاہتی ہو تو مجھے اس وقت بھی بہت ہنسی آتی ہے۔"
(زیرو پوائنٹ۔ جاوید چوہدری)

مطالعہ

- مطالعہ غم اور اُداسی کا بہترین علاج ہے۔
(شیخ سعدیؒ)
- اچھی کتابوں کا مطالعہ زندہ اور بیدار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔
(امام غزالیؒ)
- مطالعے سے آدمی کی وحشت اور دیوانگی ختم ہو جاتی ہے۔
(حکیم لقمان)

نادیہ یاسر۔ گوجر خان

خالدہ جیلانی

کھلتا کسی پہ کیوں میرے دل کا معاملہ

یاسمین کنول ـــــــ پسرور

جسے بھلائے اک زمانہ بیت گیا
میں اس کی یاد کی پرچھائیوں سے خائف ہوں

اقصیٰ ناصر ـــــــ کراچی

توڑ ڈالا تھا جسے وقت کے ہنگاموں نے
میری خواہش ہے وہی خواب دوبارہ دیکھوں
کئی دن سے جو دکھائی نہیں دیتا مجھ کو
وہی امید کا دھندلا سا ستارا دیکھوں

ارم کمال ـــــــ فیصل آباد

محبت ہار کے جینا بہت دشوار ہوتا ہے
اسے بس اتنا کہہ دینا بھرم توڑا نہیں کرتے

ماریہ نذیر ـــــــ بھاگٹانوالہ

زوال یہ ہے کہ تیرے ساتھ نہیں
کمال یہ کہ جی رہے ہیں ہم

عابدہ نثار ـــــــ کراچی

تم نے تو کہہ دیا کہ محبت نہیں ملی
ہم کو یہ بھی کہنے کی مہلت نہیں ملی
پھر اختلاف رائے کی صورت نکل پڑی
اپنی یہاں کسی سے بھی عادت نہیں ملی

آسیہ جاوید ـــــــ علی پور چٹھہ

وہ تجھ کو بھولے ہیں تو تجھ پہ بھی لازم ہے میر
خاک ڈال، آگ لگا، نام نہ لے، یاد نہ کر

صائمہ سلیم ـــــــ کے ڈی اے سوسائٹی

اسکی ادا سے بھی ہوں میں آشنا
تجھے اتنا جس پہ غرور ہے
میں جیوں گا تیرے بغیر بھی
مجھے زندگی کا شعور ہے

شناء مسکان ـــــــ گوجرانوالہ

ہم نیند کے شوقین زیادہ تو نہیں لیکن
کچھ خواب نہ دیکھیں تو گزارا نہیں ہوتا

نادیہ فیصل ـــــــ گجرات

شام فراق اب نہ پوچھ آئی اور آکے ٹل گئی
دل تھا کہ پھر بہل گیا جاں تھی کہ پھر سنبھل گئی
جب تجھے یاد کر لیا صبح مہک مہک اٹھی
جب تیرا غم جگا لیا رات مچل مچل گئی

عائشہ شکیل ـــــــ نامعلوم

میری نسبت کو تو نہ پوچھ
میں تو خود ہی اک راز ہوں
مجھ پر تو عیاں نہ ہوا اس طرح
میں تو اک پنہاں پوشاک ہوں

عظمیٰ عباسی ـــــــ تویلیاں

چراؤ نظریں، چھڑاؤ دامن، بدل کے رستہ بڑھاؤ الجھن
تمہیں دعاؤں سے جو بھی میں نے پا لیا تو کیا کرو گے

فرحانہ مہناز ـــــــ گوجرہ

خیموں میں خاموش صدائیں کیسی تھیں
ٹوٹ رہے تھے ہاتھ، دعائیں کیسی تھیں

بریرہ مشتاق ـــــــ کوٹ نجیب اللہ

یہ ٹوٹ کے بکھرا ہے کہ ٹوٹا ہے بکھر کے
ہم دل کی تباہی کا سبب ڈھونڈ رہے ہیں

رابعہ نثار ـــــــ فاروق آباد

ہم بھی ہیں ایک اجڑے ہوئے شہر کی مثال
آنکھیں بتا رہی ہیں کہ ویران تم بھی ہو

دلآویز سیال ـــــــ اوچ شریف

چلے تھے اور کسی راستے کی دھن میں مگر
ہم اتفاق سے تیری گلی میں آ نکلے

فائزہ بھٹی ـــــــ پتوکی

میری بے بسی کی کتاب کا کوئی ورق تو نے پڑھا نہیں
تجھے کیا خبر کہاں گئیں میری خواہشیں تیرے شہر میں

واصفہ سہیل

خواہش

گزشتہ دنوں اداکارہ میرا دبئی کے ایک اسپتال میں زیر علاج رہیں۔ ان کو معدے میں تکلیف کی شکایت تھی۔ ڈاکٹر نے میرا کے خون کے مختلف ٹیسٹ کیے ہیں اور انہیں آپریشن کا مشورہ دیا ہے۔ میرا چند دن پہلے ہی امریکا سے واپس آئی ہیں، ان کا کہنا ہے کہ وہ درد تو کئی دن سے محسوس کر رہی تھیں لیکن مصروفیت (مصروفیت! کیسی مصروفیت بھئی؟) کے باعث اپنی بیماری پر توجہ نہیں دے سکیں۔ ایک جگہ انٹرویو دیتے ہوئے میرا نے کہا کہ کیریر کے آغاز میں ریما اور صائمہ نے انہیں بہت پریشان کیا (کیسے؟ بھئی پریشان کیا) اور ان کے ساتھ میں نے مشکل وقت گزارا (اور انہوں نے؟) ایوارڈ کے بارے میں میرا کا کہنا ہے کہ میرے لیے اب صرف میرا کام اہم ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں ایسے کردار ادا کروں جو دنیا بھر میں پسند کیے جائیں (مثلاً کیسے؟) لیکن یہاں کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ لوگ آپ کے کام کو اس وقت پسند کرتے ہیں جب آپ مرجاتے ہیں (کبھی کبھی تو جب بھی نہیں کرتے) اس وقت انہیں اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے انڈسٹری کے لیے کتنا کام کیا ہے۔"

پسند

اداکارہ صبا قمر نے ماڈلنگ سے اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔ اور محنت کرکے (کیا واقعی؟) بڑی اسکرین تک پہنچیں۔ صبا قمر کا کہنا ہے کہ "میرے پرستاروں نے مجھے ہر کردار میں پسند کیا جس سے مجھے مزید بہتر کام کرنے کا حوصلہ ملا۔ میرا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہیں اللہ بہت جلد شہرت اور عزت سے نوازتا ہے (اور پیسہ......؟) اور میں اس پر اس کا جتنا شکر ادا کروں، کم ہے۔